بسم اللہ الرحمن الرحیم

کرائے کے اپارٹمنٹ کو آگے کرایہ پر دینا کیسا؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میرے پاس مالٹا میں دو اپارٹمنٹ ہیں اور میں نے غیر مسلم لینڈلارڈ (مالکِ مکان) سے انہیں آگے رینٹ پر دینے کے لیے ابتداءً دو سال کے معاہدے پر لیا ہے۔ اس حوالے سے میرے کچھ سوالات ہیں:

(1) کیا کرائے کے اپارٹمنٹ کو آگے کرایہ پر دینا شرعی طور پر جائز ہے؟

(2) کیا میں بار، ریسٹورنٹ یا بینک وغیرہ میں کام کرنے والے کسی شخص کو کرائے پر دے سکتا ہوں؟

(3) کیا دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے غیر شادی شدہ جوڑوں کو یہ کرائے پر دے سکتا ہوں، جبکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ غیر شادی شدہ ہیں؟ یورپی ممالک میں ہمارے کئی لوگ یوں رینٹ پر مکان لے کر آگے رینٹ پر دیتے ہیں، برائے کرم! اس پر تفصیلی رہنمائی فرما دیں۔

جواب

پوچھے گئے سوالات کے ترتیب وار جوابات درج ذیل ہیں:

(1) کرائے پر لیے ہوئے اپارٹمنٹ پر قبضہ مل جانے کے بعد اسے آگے کسی اور کو کرایہ پر دیا جا سکتا ہے، البتہ کرایہ وصول کرنے کے حوالے سے کچھ تفصیل ہے:

* اگر دونوں کرائے ایک ہی جنس سے ہوں، مثلاً: اصل مالک کو دیا جانے والا کرایہ اور جسے آگے کرائے پر دیا اس سے وصول کیا جانے والا کرایہ دونوں کرنسی میں ہوں، جیسا کہ عموماً ہوتا ہے، اگرچہ کرنسیاں باہم مختلف ہوں، جیسے پہلا کرایہ یورو میں اور دوسرا ڈالر میں ہو، تو اس صورت میں اگر پہلا کرایہ دار دوسرے کرایہ دار سے اصل مالک کو دیئے جانے والے کرائے سے کم یا اس کے برابر کرایہ وصول کرتا ہے، تو یہ بلا کراہت جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر اصل مالک کو دیئے جانے والے کرائے سے زیادہ رقم بطور کرایہ وصول کرتا ہے، تو وہ زائد رقم اس کے لیے حلال نہیں، سوائے یہ کہ درج ذیل دو صورتوں میں سے کوئی صورت پائی جائے:

(ا) اس اپارٹمنٹ میں اپنے ذاتی خرچ سے کوئی ایسا اضافہ یا اصلاح و درستی کا کام کیا ہو جس سے اپارٹمنٹ کی حیثیت یا افادیت بڑھ جائے، مثلاً اس میں رنگ و روغن کروایا ہو، مرمت کروائی ہو، ٹائلیں لگوا دیں ہوں، یا اس میں کوئی اضافی سہولت جیسے پنکھے، گیزر وغیرہ لگوا دیئے ہوں۔

(۲) اس اپارٹمنٹ کے ساتھ اپنی طرف سے کوئی اور چیز بھی ملا کر آگے کرائے پر دی ہو، مثلاً فرنیچر جیسے بیڈ، صوفہ، میز، کرسی یا اس طرح کا اور سامان وغیرہ، اور ان سب کا کرایہ مجموعی طور پر مقرر کیا ہو، تاکہ وہ زائد رقم اس دوسری چیز کے کرائے کے عوض شمار ہو سکے۔

پس اگر ان دو میں سے کوئی صورت پائی گئی تو دوسرے کرایہ دار سے حاصل ہونے والا اضافی کرایہ حلال ہوگا، اور اگر ایسا نہیں تو وہ اضافی کرایہ وصول کرنا ناجائز و حرام ہے اور لازم ہے کہ اسے کسی شرعی فقیر پر صدقہ کر دیا جائے یا جس سے لیا اسے لوٹا دیا جائے اور یہی بہتر ہے۔

البتہ یہاں جواز کی ایک یہ صورت ہے کہ اگر آگے کرائے پر جسے دیا تھا وہ غیر مسلم ہے، تو اس صورت میں زیادہ کرایہ وصول کرنا، جائز و حلال ہوگا، اگرچہ اپارٹمنٹ میں نہ کوئی اضافہ کیا ہو نہ کوئی اور اپنی چیز ساتھ کرائے میں شامل کی ہو؛ کیونکہ مذکورہ مسئلے میں ممانعت کی بنیاد ربح مالم یضمن (جو چیز اپنے ضمان میں نہیں اس پر نفع لینا) اور شبہ ربا پر ہے اور یہ اضافی کرائے کے فاسد و خبیث ہونے کا سبب بنتے ہیں مگر یہ احکام مال معصوم کے ساتھ متعلقہ ہیں۔ جو مال معصوم نہیں اسے لینے میں محض عدمِ غدر وخیانت کا اعتبار ہے، نہ کہ عقد اور اس کے متعلقات کا؛ کیونکہ در حقیقت عقد ہونا یہاں مقصود و مطلوب نہیں، اور چونکہ موجودہ دور میں پائے جانے والے غیر مسلم حربی کافر ہیں اور حربی کافر کا مال شرعاً معصوم نہیں، لہذا ان سے باہمی رضامندی اور بغیر کسی دھوکے کے حاصل کیا جانے والا ہر قسم کا نفع مسلمان کے حق میں حلال ہوتا ہے، اگرچہ بروجہِ فاسد حاصل ہوا ہو۔ پس اس کے پیش نظر اس ممانعت کا اطلاق غیر مسلم سے مذکورہ معاملہ کرنے کی صورت میں نہیں ہوگا، لہذا وہ اضافی کرایہ گویا کہ ایسا ہی ہے جیسا ایک غیر مملوکہ مباح مال کو حاصل کرنا۔

* اگر دونوں کرائے الگ الگ جنس سے ہوں، مثلاً اصل مالک کو سونے یا چاندی یا ان کے سکوں میں کرایہ دیا جائے اور دوسرے کرایہ دار سے کرنسی میں کرایہ وصول کیا جائے تو مطلقاً کوئی حرج نہیں، خواہ دوسرا کرایہ دار مسلمان ہو یا غیر مسلم، خواہ اس سے وصول کیے جانے والے کرائے کی قیمت اصل مالک کو دیئے جانے والے کرائے کے برابر بنتی ہو یا کم زیادہ، پس زیادتی کی صورت میں اضافی کرایہ حلال ہوگا۔

(2) سوال میں بیان کردہ کام کرنے والوں کو یا دیگر ناجائز کام کرنے والوں کو اپارٹمنٹ کرایہ پر دینا جائز ہے، البتہ کرایہ کے حوالے سے حکم شرعی یہ ہے کہ اگر ان کے پاس حلال و حرام دونوں طرح کا مال ہو اور جو رقم وہ کرایہ میں دے رہے ہیں اس کا بعینہ مال حرام سے ہونا معلوم نہ ہو تو اس کا وصول کرنا، جائز ہے، البتہ جس کا تمام مال ہی حرام ہو یا ایسا نہیں مگر معلوم ہو کہ کرایہ کی یہ رقم خاص حرام مال سے ادا کر رہا ہے تو اسے لینے کی اجازت نہیں۔ واضح رہے! مذکورہ کام کرنے والوں کی آمدن حرام ہی ہو ایسا ضروری نہیں، یہ حکم عقد اجارہ اور کام کی نوعیت پر منحصر ہے۔

(3) پوچھی گئی صورت میں غیر شادی شدہ غیر مسلم جوڑوں کو اپارٹمنٹ کرائے پر دینا فی نفسہ جائز ہے؛ کیونکہ عقدِ اجارہ مکان کی منفعت یعنی رہائش پر واقع ہوتا ہے اور مکان میں رہائش اختیار کرنا بذاتِ خود کوئی معصیت نہیں ہے۔ اگر کرایہ دار مکان میں رہائش کے دوران کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا وبال اور گناہ خود اسی پر ہے، مکان کرائے پر دینے والے کے اوپر شرعاً اس کا کوئی مواخذہ نہیں۔ البتہ کرائے

پر دینے والا اپنی جائز نیت سے کرائے پر دے، اس کی غرض کرائے سے ہے، گناہ پر معاونت کی نیت سے نہ دے؛ کیونکہ اس صورت میں یہ ضرور ناجائز و گناہ ہوگا۔

ترتیب وار جزئیات

علامہ علاؤالدین محمد بن علی حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سال وفات: 1088ھ/1677ء) لکھتے ہیں: "وللمستأجر أن يؤجر المؤجر بعد قبضه... من غير مؤجره" ترجمہ: اور مستاجر کے لیے جائز ہے کہ مؤجَر (اجارے پر لی ہوئی چیز) پر قبضہ کرنے کے بعد اسے غیر مؤجِر (جس سے اجارے پر لی، اس کے علاوہ شخص) کو اجرت پر دے دے۔ (الدر المختار شرح تنویر الابصار، کتاب الاجارۃ، مسائل شتی، صفحہ 589، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

علامہ ابو بکر بن علی الحدادی الزبیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سال وفات: 800ھ/1397ء) لکھتے ہیں: "إذا استأجر دارا ليس له أن يؤجرها حتى يقبضها فإذا قبضها ثم أجرها فإنه يجوز إذا أجرها بمثل ما استأجرها أو أقل وإن أجرها بأكثر مما استأجرها جاز إلا أنه إذا كانت الأجرة الثانية من جنس الأولى لا يطيب له الزيادة ويتصدق بها وإن كانت من خلاف جنسها طابت له الزيادة فإن كان زاد في الدار شيئا كما لو حفر فيها بئرا أو طينها أو أصلح أبوابها أو شيئا من حيطانها طابت له الزيادة" ترجمہ: جب کسی شخص نے گھر کرائے پر لیا تو اس کے لیے اسے آگے کرائے پر دینا جائز نہیں جب تک کہ وہ اس پر قبضہ نہ کرلے۔ پس جب وہ اس پر قبضہ کرلے پھر اسے کرائے پر دے تو یہ جائز ہے، بشرطیکہ اسے اسی کی مثل کرائے پر دے جتنے پر اس نے لیا تھا یا اس سے کم پر دے۔ اور اگر اس نے گھر کو اس سے زیادہ کرائے پر دیا جتنے پر اس نے لیا تھا تو یہ (عقد بھی) جائز ہے، لیکن اگر دوسری اجرت پہلی اجرت ہی کی جنس سے ہو تو اس کے لیے زیادتی حلال نہیں، (لہذا) اسے صدقہ کردے۔ اور اگر دوسری اجرت پہلی اجرت سے مختلف جنس کی ہو تو وہ زیادتی اس کے لیے حلال ہے۔ اگر اس نے گھر میں کسی چیز کا اضافہ کیا ہو، جیسا کہ اگر اس میں کنواں کھود دیا یا اس میں گارا لگایا یا اس کے دروازوں کو ٹھیک کیا یا اس کی کسی دیوار کی مرمت کی، تو اس کے لیے زیادتی (مطلقاً) حلال ہے۔ (الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الاجارۃ، صفحہ 412، مطبوعہ کراچی)

علامہ رضی الدین محمد بن محمد سرخسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سال وفات: 571ھ/1175ء) لکھتے ہیں: "المستأجر لو آجر المستأجر بأكثر مما استأجره لا يطيب له الفضل فالحيلة أن تعطيه شيئا حقيرا كالقدوم والمنجل بمقابلة الفضل فيطيب له لأنا نصرف الزيادة إلى المتاع لئلا يؤدي إلى الربا" ترجمہ: اگر کرایہ دار کرائے پر لی ہوئی چیز کو اس سے زیادہ کرائے پر آگے دے جتنے پر خود اس نے لی تھی تو اس کے لیے زیادتی حلال نہیں ہوگی۔ پس اس کا حیلہ یہ ہے کہ دوسرے کرایہ دار کو اس زیادتی کے مقابلے میں کوئی معمولی سی چیز، جیسے رندا (لکڑی چھیلنے کا آلہ) یا درانتی دے دے تو وہ زیادتی اس کے لیے حلال ہو جائے گی؛ کیونکہ ہم زیادتی کو سامان کی طرف پھیر دیں گے تاکہ یہ ربا کا سبب نہ بنے۔ (المحیط الرضوی، کتاب الحیل، باب الحیل فی الاجارۃ، جلد 4، صفحہ 231، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سال وفات : 1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں : ”کاشتکار کو جائز نہیں کہ جو زمین اس کے پاس جتنے لگان کو ہے اس سے ایک پیسہ زائد پر ذیلی کو دے، جتنا زیادہ مقرر کرے گا اسے لینا ناجائز ہوگا، مگر تین صورتوں میں جائز ہے : (۱) اس کے ساتھ اپنے پاس سے اور کوئی چیز ملا کر دونوں کو مجموعۃً زیادہ پر دے۔ (۲) اس زمین کو کنواں کھود کر یا اور کام نفع کا بڑھا کر کرایہ پر دے۔ (۳) کرایہ کی جنس بدل دے، مثلاً اس کے پاس دس روپے سال پر ہے، یہ ذیلی کو ایک اشرفی کرائے پردے یا جتنی اشرفیاں ٹھہریں، یوں ہی نوٹ یا پیسہ یا اکنیاں۔“ (فتاوی رضویہ، جلد20، صفحہ 210، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں : ”اگر رضائے زمیندار ہے تو جب تک بھی ہے کاشتکار اس میں کاشت کر سکتا ہے، اور دوسروں کو ذیلی بھی بنا سکتا ہے، مگر زر لگان جتنا خود ادا کرتا ہے اس سے زیادہ دوسرے سے نہیں لے سکتا۔ اگر لے گا مال خبیث ہوگا، مگر تین صورتوں میں : ایک یہ کہ لگان کی جنس بدل دے، مثلاً زمیندار سے روپے ٹھہرے ہیں، یہ ذیلی سے سونا یا نوٹ ٹھہرائے، یا اس زمین میں کوئی مالیت کی چیز مثل کنویں کے اضافہ کرے، یا اس زمین کے ساتھ دوسری زمین ملا کر مجموع کو ذیلی کی کاشت میں دے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد20، صفحہ 205، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سیدی امام اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں : ”ان الحرمة في الرشوة وأمثالها لعدم الملك أصلا فهو عنده كالمغصوب فيجب الرد على المالك أو ورثته ما أمكن، أما في الربا وأشباهه فلفساد الملك وخبثه وإذا قد ملكه بالقبض ملكا خبيثا لم يبق مملوك المأخوذ منه لاستحالة اجتماع ملكين على شيء واحد فلم يجب الرد وإنما وجب الانخلاع عنه إما بالرد وإما بالتصدق كما هو سبيل سائر الأملاك الخبيثة

(یعنی رشوت اور اس جیسی چیزوں (مثلاً چوری کے مال) میں حرمت اصلاً ملکیت ہی نہ ہونے کی وجہ سے ہے، لہذا وہ لینے والے کے پاس غصب شدہ مال کی طرح ہے۔ پس جہاں تک ممکن ہو، مالک یا اس کے ورثاء کو واپس کرنا واجب ہے، لیکن سود یا اس جیسی چیزوں (مثلاً عقود فاسدہ) میں حرمت ملکیت کے فاسد اور خبیث ہونے کی وجہ سے ہے، اور جب قبضہ کرنے سے وہ ملکِ خبیث کے طور اس کا مالک ہوگیا تو جس سے وہ مال لیا تھا، اس کی ملکیت باقی نہ رہی؛ کیونکہ ایک ہی چیز میں دو ملکیتوں کا جمع ہونا محال ہے، لہذا اسے لوٹانا واجب نہیں۔ واجب تو محض اس مال سے دست بردار ہونا ہے، خواہ لوٹانے کے ذریعے ہو یا صدقہ کرنے کے ذریعے، جیسا کہ یہ تمام خبیث املاک کی تدبیر ہے۔) ہاں جس سے لیا انہیں یا ان کے ورثہ کو دینا یہاں بھی اولیٰ ہے۔“

(فتاوی رضویہ، جلد23، صفحہ 551-552، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

علامہ امیر کاتب لطف اللہ بن امیر عمر اتقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سال وفات : 758ھ/1357ء) لکھتے ہیں : ”ان من أصول أصحابنا أن المنافع لا قيمة لها وإنما تتقوم بالعقد لأجل الحاجة ولهذا لم يملك أن يؤاجر بأكثر مما استأجر؛ لأن القيمة لما ظهرت بالشرط اقتصرت على المشروط فلم تتقوم فيما وراءه“ ترجمہ : ہمارے اصحاب (فقہائے کرام) کے اصولوں میں سے ہے کہ منافع کی کوئی قیمت نہیں ہوتی، محض ضرورت کی وجہ سے عقد کے ذریعے وہ متقوم بنتے ہیں (یعنی ان کی قیمت مقرر ہوتی ہے)۔ اسی وجہ سے کرایہ دار نے جتنے کرایہ پر چیز لی، وہ اس سے زیادہ کرایہ پر آگے دینے کا اختیار نہیں رکھتا؛ کیونکہ جب شرط (عقد میں تعیین) کے

ذریعے قیمت ظاہر ہوئی تو وہ مشروط (مقررہ مقدار) تک محدود رہے گی، لہذا اس سے زائد میں وہ منافع متقوم نہیں ہوں گے۔ (غایۃ البیان، کتاب العاریۃ، جلد13، صفحہ76، دار الضیاء، کویت)

ملک العلماء علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سال وفات: 587ھ/1191ء) لکھتے ہیں: "وأما التصدق بالفضل إذا كانت الأجرة الثانية من جنس الأولى فلأن الفضل ربح ما لم يضمن؛ لأن المنافع لا تدخل في ضمان المستأجر بدليل أنه لو هلك المستأجر فصار بحيث لا يمكن الانتفاع به كان الهلاك على المؤاجر وكذا لو غصبه غاصب فكانت الزيادة ربح ما لم يضمن ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك، فإن كان هناك زيادة كان الربح في مقابلة الزيادة فيخرج من أن يكون ربحا"

ترجمہ: بہر حال (آگے کرائے پر دینے کی صورت میں) اضافی کرائے کو صدقہ کرنا جبکہ دوسرا کرایہ پہلے کرائے ہی کی جنس سے ہو تو یہ اس لیے ہے کہ وہ زیادتی ایسی چیز کا نفع ہے جو (کرایہ دار کے) ضمان میں نہیں؛ کیونکہ منافع مستاجر کے ضمان میں داخل نہیں ہوتے، اس پر دلیل یہ کہ اگر کرائے پر لی ہوئی چیز ہلاک ہو کر اس طرح ہو گئی کہ اس سے نفع اٹھانا ممکن نہ رہا تو اس کی ہلاکت کرائے پر دینے والے کے ذمہ ہوگی اور اسی طرح اگر کوئی غاصب اسے غصب کرلے (تو بھی یہی حکم ہوتا ہے)۔ پس وہ زیادتی ایسی چیز کا نفع ہوئی جس کا کرایہ دار ضامن نہیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ پھر اگر وہاں (کرایہ دار کی طرف سے) کوئی زیادتی ہو تو نفع اس زیادتی کے مقابلے میں ہوگا، پس وہ (غیر مضمونہ شے کا) نفع ہونے سے نکل جائے گا۔ (بدائع الصنائع، کتاب الاِجارۃ، فصل فی حکم الاِجارۃ، جلد6، صفحہ47، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ملک العلماء علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سال وفات: 587ھ/1191ء) لکھتے ہیں: "ان مال الحربي ليس بمعصوم بل هو مباح في نفسه إلا أن المسلم المستأمن منع من تملكه من غير رضاه لما فيه من الغدر والخيانة فإذا بدله باختياره ورضاه فقد زال هذا المعنى فكان الأخذ استيلاء على مال مباح غير مملوك وانه مشروع مفيد للملك كالاستيلاء على الحطب والحشيش وبه تبين أن العقد ههنا ليس بتملك بل هو تحصيل شرط التملك وهو الرضا، لأن ملك الحربي لا يزول بدونه وما لم يزل ملكه لا يقع الأخذ تملكا لكنه إذا زال فالملك للمسلم يثبت بالأخذ والاستيلاء لا بالعقد"

ترجمہ: حربی کا مال معصوم نہیں، بلکہ وہ فی نفسہ مباح ہے، مگر مستامن مسلمان کو اس کی رضامندی کے بغیر اسے اپنے قبضے میں لینے سے منع کیا گیا ہے؛ کیونکہ اس میں غدر اور خیانت ہے۔ پس جب اس نے اپنی خوشی اور رضامندی سے اسے تبدیل کیا تو یہ معنی زائل ہو گیا، لہذا یہ لینا ایک غیر مملوکہ مباح مال پر قبضہ کرنا ہوا اور یہ قبضہ مشروع اور ملکیت کا فائدہ دینے والا ہے، جیسے سوکھی لکڑی اور گھاس پر قبضہ کرنا۔ اور اسی سے واضح ہو گیا کہ یہاں عقد (سے مقصود) ملکیت پانا نہیں ہے، بلکہ ملکیت پانے کی شرط یعنی رضامندی حاصل کرنا ہے؛ کیونکہ حربی کی ملکیت اس کے بغیر زائل نہیں ہوتی اور جب تک حربی کی ملکیت زائل نہ ہو، اس مال کا لینا ملکیت پانا قرار نہیں پائے گا، لیکن جب اس کی ملکیت زائل ہو گئی تو مسلمان کی ملکیت (محض) لینے اور قبضہ کرنے سے ثابت ہو جائے گی نہ کہ عقد کے ذریعے۔

(بدائع الصنائع، کتاب البیوع، فصل فی شرائط جریان الربا فی البیع، جلد7، صفحہ81، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سال وفات : 861ھ/1456ء) لکھتے ہیں : ”ان مالھم مباح وإطلاق النصوص في مال محظور وإنما يحرم على المسلم إذا كان بطريق الغدر فإذا لم يأخذ غدرا فبأي طريق يأخذه حل بعد كونه برضا“ ترجمہ : حربی کافروں کا مال مباح ہے اور نصوص (جو ربا وغیرہ کی حرمت کے متعلق وارد ہیں، ان کا) اطلاق مال ممنوع کے متعلق ہے، اور مسلمان پر (حربی کافر کا مال) محض اس صورت میں حرام ہوتا ہے جب وہ دھوکے کی راہ سے لیا ہو، پس جب وہ دھوکے سے نہ لے تو جس طرح بھی حاصل کرے، حلال ہے، جبکہ (اس کافر کی) رضامندی سے ہو۔ (فتح القدیر، کتاب البیوع، باب الربا، جلد 7، صفحہ 39، دار الفکر، بیروت)

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سال وفات : 1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں : ”وإنما المبنى كون المال معصوما فحيث وجدت العصمة حرم الأخذ بوجه غير مشروع وحيث عدمت حل ما لم يكن غدرا وذلك لأنه ليس العقد ح مقصودا وإنما هو وسيلة إلى تحصيل الرضا المعدم الغدر فلذا جاز أخذ مال مسلم أسلم في دار الحرب ولم يهاجر إلينا بعقد فاسد فلم يجز أخذ ماله إذا هاجر ثم عاد لثبوت العصمة هاهنا لا في صورة الأولى، وإذ قد ثبت أن المدار ثبوتها ولا مدخل فيه للأرض فالظاهر جواز أخذ مال حربي سكن دار الإسلام بغير عقد أمان منا فإن ماله مباح قطعا لما تقدم من أن مال الحربي مباح إلا للغدر وحيث كان مباحا لم يتناوله النصوص الواردة في تحريم الربا مثلا لكونها في الأموال المحظورة خاصة“

ترجمہ : اور اصل بنیاد مال کا معصوم ہونا ہے، پس جہاں عصمت پائی جائے وہاں غیر مشروعہ طریقے سے مال لینا حرام ہے اور جہاں عصمت نہ پائی جائے وہاں جائز ہے جب تک کہ بطور غدر نہ ہو، اور یہ اس وجہ سے کہ اس وقت عقد مقصود نہیں ہوتا، وہ تو محض رضامندی حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے، جو غدر کو ختم کرتی ہے۔ اسی لیے عقد فاسد کے ذریعے اس مسلمان کا مال لینا جائز ہے جو دار الحرب میں اسلام لایا اور ہماری طرف ہجرت کرکے نہ آیا، پس جب وہ ہجرت کر آیا، پھر واپس چلا گیا تو اس کا مال لینا جائز نہیں؛ کیونکہ یہاں عصمت ثابت ہو چکی، پہلی صورت میں نہیں۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ مدار عصمت کے ثابت ہونے پر ہے اور اس میں زمین (دار الاسلام یا دار الحرب ہونے) کا کوئی دخل نہیں، تو ظاہر یہ ہے کہ ایسے حربی کا مال لینا جائز ہے جو ہماری طرف سے عقدِ امان کے بغیر دار الاسلام میں سکونت پذیر ہو؛ کیونکہ حربی کا مال قطعاً مباح ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ حربی کا مال مباح ہے، سوائے غدر کی وجہ سے (کہ غدر کے ذریعے لینا جائز نہیں)، اور چونکہ وہ مباح ہے تو مثلاً سود کی حرمت میں وارد ہونے والی نصوص اس کو شامل نہیں ہوں گی؛ اس لیے کہ وہ خاص طور پر اموال محظورہ کے بارے میں ہیں۔ (جد الممتار علی رد المحتار، کتاب الجہاد، باب المستامن، فصل فی استئمان الکافر، جلد 5، صفحہ 375، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں : ”ان محرمات کی حقیقت عصمت و محظوریت پر مبنی (ہے)۔“ (فتاوی رضویہ، جلد 17، صفحہ 319، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مقام پر فرماتے ہیں: "جو مال غیر مسلم سے کہ نہ ذمی ہو نہ مستامن بغیر اپنی طرف سے کسی غدر اور بدعہدی کے ملے، اگرچہ عقود فاسدہ کے نام سے اسے اسی نیت سے، نہ نیت ربا وغیرہ محرمات سے، لینا جائز ہے اگرچہ وہ دینے والا کچھ کہے یا سمجھے کہ اس کے لیے اس کی نیت بہتر ہے نہ کہ دوسرے کی، لکل امرئ مانوی (یعنی ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی)۔" (فتاوی رضویہ، جلد 17، صفحہ 325، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

امام اہل سنت اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سال وفات: 1340ھ/1921ء) سے ناجائز کام کرنے والوں، فاسقوں اور غیر مسلموں کو رہائش کے لیے مکان اور کاشت کے لیے زمین کرائے پر دینے کے متعلق سوال ہوا، جس پر آپ نے ارشاد فرمایا: "یہاں دو مقام ہیں: اول یہ کہ ان لوگوں کو سکونت کے لیے مکان، زراعت کے لیے زمین کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ دوم بر تقدیر جواز ان کے مال سے اجرت لینا کیسا؟ اول کا جواب جواز ہے کہ اس نے تو سکونت و زراعت پر اجارہ دیا ہے نہ کسی معصیت پر اور رہنا بونا فی نفسہ معصیت نہیں، اگرچہ وہ جہاں رہیں معصیت کریں گے، جو رزق حاصل کریں معصیت میں اٹھائیں گے، یہ ان کا فعل ہے جس کا اس (کرائے پر دینے والے) شخص پر الزام نہیں۔ ... دوم کا جواب یہ کہ جس مال کا بعینہ حرام ہونا معلوم ہو اس سے اجرت لینا جائز نہیں، مثلاً اجارہ دینے والے کو خبر ہے کہ یہ روپیہ زید نے غصب یا سرقہ یا رشوت، یا ہندہ نے زنا یا غنا کی اجرت، یا کسی مسلمان نے خمر و خنزیر کی قیمت میں حاصل کئے ہیں، تو ان کا لینا اسے روا نہیں، نہ اپنے آتے میں نہ ویسے... ورنہ فتوی مطلقاً جواز پر ہے یعنی اگرچہ اس کے پاس اموال حرام ہونا یقینی ہو، مگر یہ روپیہ کہ اس کرایہ میں دیتا ہے بعینہ اس کا حرام ہونا معلوم نہیں تو لینا جائز، اگرچہ اس کا اکثر مال حرام ہی ہو... مگر اس صورت میں یعنی بحالت غلبہ حرام تقوی احتراز ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد 19، صفحہ 441-444، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زید کو مکان کرایہ پر دینے کے متعلق سوال ہوا، جس میں اس کے گناہ کا ارتکاب کرنے کا بھی اندیشہ تھا، تو آپ نے فرمایا: "(زید کو اپنا مکان کرایہ پر دینا) جائز ہے، اگرچہ معصیت کا خوف نہیں بلکہ صراحۃً معصیت کرتا ہے۔ یہ اپنی جائز نیت سے کرایہ پر دے، اس کی معصیت کا وبال اس پر ہے، عمرو پر کوئی مواخذہ نہیں؛ لتخلل فعل فاعل مختار (یعنی ایک صاحب اختیار فاعل کا فعل درمیان میں آنے کی وجہ سے)، قال اللہ تعالی: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ (یعنی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور کوئی بوجھ اٹھانے والا آدمی کسی دوسرے آدمی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا)۔" (فتاوی رضویہ، جلد 19، صفحہ 446، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی طرح کے ایک اور سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "مسلمان مکان کرایہ پر دے اس کی غرض کرایہ سے ہے اور اعمال نیات پر ہیں، یہ نیت کیوں کرے کہ اس لیے دیتا ہے کہ اس میں شراب نوشی و شراب فروشی ہو۔ ایسی حالت میں کرایہ اس کے لیے حلال اور اس کے یہاں کھانا کھانے میں حرج نہیں، ہاں جو اس حرام نیت کو شامل کرلے کہ وہ اب خود ہی گنہگار بنتا ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد 19، صفحہ 501، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مجیب : مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: FAM-1327

تاریخ اجراء : 27 ربیع الاول 1448ھ/10 ستمبر 2026ء

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.fatwaqa.com

daruliftaahlesunnat

DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat

feedback@daruliftaahlesunnat.net